اردو سفرناموں میں عہدِ مکی کے آثارِ سیرت نبوی ﷺ

محمود الحسن☆/ ڈاکٹر مطلوب احمد☆☆

Abstract:

"Islam was not only revealed to the Holy Prophet (SAW), it was also consolidated by him within the national boundaries of Arabia. He was not only the Prophet, but also the statesman, the seer and the builder of Islam, both as religion, a state and society. The Seerah of MOHAMMAD (ﷺ) is a wonderful instance of the force and life that resides in him who possesses an intense faith in Allah T'ala. He will always be regarded as one of those who have had that influence over the faith, morals and whole earthly life of their fellowmen. The Makkah's land is full of the traces of the Holy Prophet (ﷺ). The writers of the Travelling Books described all details of his Seerah marks and traces which are found in different places of sacred city of Makkah with purity and sincerity i.e. Birth place, House of Arqam, cave of Hira, Cave of Thour, place of Hudaibia, well of Ze-Twaa, Mosques Jinn, Kauther & Jannat ul Mu'alla."

Keywords: Seerah traces, Makkah, House of Arqam, Hira Cave.

سرزمین مکہ نقوشِ پائے مصطفی ﷺ سے بھری پڑی ہے اور اپنے اپنے سفرناموں میں نامہ نگاروں نے ان آثارِ مقدسہ کا ذکر دل کھول کر اور نہایت عقیدت سے کیا ہے۔ چونکہ ہر کسی کی کیفیات اور اسلوب اس کی ترجیحات کے مطابق جدا جدا ہیں لہٰذا کچھ نامہ نگار حج وعمرہ کے سادہ سے بیان کے بعد دیگر آثار کا ذکر برائے نام ہی کرتے نظر آتے ہیں مگر اکثریت نے اللہ تعالیٰ کے پاک گھر اور شہر رسول ﷺ کی

☆ ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد
☆☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج آف کامرس، فیصل آباد

نسبت سے اس ''بلدالامین'' کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے۔

مکہ معظّمہ، جہاں تاجدار کائنات ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے ۵۳ برس گذارے، اس کا چپہ چپہ سیرتِ مصطفےٰ ﷺ کے نقوش سے بھرا پڑا ہے۔ ڈاکٹر محمد شہاب الدین لکھتے ہیں:

''حج نامہ میں اس عظیم ہستی کا ذکر جمیل بھی بکثرت آتا ہے جو بعد از خدا بزرگ تر ہے۔ اس عظیم پیغمبر اسلام کا ذکر حج ناموں کا روشن باب ہے۔ تمام ہی حج نامہ نگار متعدد مواقع پر اس ذات جمیل سے اظہار محبت کرتے ہوئے انہیں خراج عقیدت پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ مقام ولادت کو دیکھتے ہیں، خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں حضور ﷺ کے سجدوں کے نشان اور مکہ و مدینہ اور حجاز کے راستوں اور گلیوں میں ان کے نشانات قدم تلاش کرتے ہیں۔ اس طرح حج ناموں میں آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کے روشن نقوش بھی سمٹ کر محفوظ ہو گئے ہیں۔''(۱)

مکہ مکرمہ کا وہ مقام مقدس جہاں رسول اللہ ﷺ کی ولادت با سعادت ہوئی سفر ناموں میں اس کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مولدِ رسول ﷺ کے آس پاس کے آثار جن میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکانات اور شعب ابی طالب خاص طور پر قابل ذکر ہیں، حضور ﷺ کی جائے ولادت کے بالکل نزدیک بیان کیے گئے ہیں لہٰذا ان تمام مقامات کو الگ الگ بیان کرنے کی بجائے ان کا ذکر بھی مولدِ رسول ﷺ کے ساتھ ہی کر دیا گیا ہے۔

مولدِ رسول ﷺ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وہ گھر جہاں تاجدار کائنات ﷺ نے آنکھ کھولی، حرم کعبہ سے کچھ ہی فاصلہ پر واقع ہے۔

اطہر اقبال، پیروز بخت قاضی اور مولانا مودودی کی روئدادِ سفر لکھنے والے محمد عاصم الحداد نے جبل ابوقبیس کے دامن میں واقع گھر کو حضور ﷺ کی جائے پیدائش لکھا ہے۔ پیروز بخت قاضی نے بیان کیا ہے کہ اس پہاڑی کے دامن میں محلّہ قشاشیہ کی ایک گلی میں وہ مکان ہے جہاں حضور ﷺ کی ولادت ہوئی۔ انہوں نے مزید لکھا ہے کہ مولدِ رسول ﷺ کی چودہ سو سال پرانی عمارت تو باقی نہیں رہی البتہ اس جگہ ایک سادہ سی عمارت ہے جس میں ایک کتب خانہ قائم ہے۔ انہوں نے اس جگہ کا فاصلہ حرم سے قریباً ایک کلومیٹر بیان کیا ہے۔ ساتھ ہی محلّہ بنی ہاشم، شعب ابی طالب اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مکان ہے جہاں حضور ﷺ ہجرت سے قبل تک مقیم رہے اور جہاں بی بی فاطمۃ الزہراء اور دیگر اولادیں پیدا ہوئیں۔(۲)

ڈاکٹر محمود الحسن عارف اس مکان کا ذکر محلّہ شعب عامر میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس وقت یہ مقام باب الصفا کے سامنے واقع ہے اس پر ''مکتبہ مکہ المکرّمہ'' کا بورڈ آویزاں ہے۔ یہ ہر وقت

مقفل رہتا ہے لوگ اس کے باہر کھڑے ہوکر اس کی زیارت کرتے ہیں۔ (۳)

حضور ﷺ کے جائے ولادت کو اب لائبریری میں تبدیل کر دیا گیا ہے مگر زائرین کو اس کے اندر جانے کی اجازت نہیں ہے اور وہاں پر ایک کتبہ زائرین کا منہ چڑا رہا ہے کہ یہ جگہ مصدقہ نہیں ہے۔ اس جگہ کے علاوہ عرب کی سرزمین پر کسی اور جگہ ایسے کسی کتبہ کا ذکر نہیں ملتا۔

''سفرنامہ ارض القرآن'' میں حضور ﷺ کی جائے پیدائش کا بیان زرد رنگ کی ایک خوبصورت عمارت کی صورت میں ملتا ہے اور اس عمارت کو لڑکیوں کا مدرسہ بتایا گیا ہے۔ (۴)

جاوید جمال ڈسکوی اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں:

> ''محلّہ شعب عامر کی ایک گلی سوق اللیل ہے جہاں پختہ سڑک نما بازار میں نیلے رنگ کے دروازے والے مکان میں ایک چھوٹی سی لائبریری ہے جس کے بورڈ پر'' مکتبہ مکۃ المکرّمہ'' لکھا ہے۔ یہ لائبریری دراصل نبی کریم ﷺ کے والد محترم عبداللہ بن عبدالمطلب کا گھر ہے۔ اس مکان میں حضور ﷺ پیدا ہوئے۔'' (۵)

اس کے بعد دیگر مکانات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''صفا سے مروہ کی طرف دائیں ہاتھ اونچائی پر ایک بازار ہے جس کا نام ''شارع الصاعہ'' ہے وہاں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مکان ہے اور اسے عام طور پر مولد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے۔ جبکہ محلّہ مسفلہ میں زقاق صواغین نامی ایک گلی میں امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکان ہے اور یہی وہ مکان ہے جہاں ہجرت کی شب حضور ﷺ تشریف لائے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تھے۔'' (۶)

وحید قیصر نے بھی اس مکان کا جبل ابوقبیس کے دامن میں محلّہ قشاشیہ کی گلی سوق ایلیل میں ہونا بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ پورا علاقہ بنی ہاشم کہلاتا تھا۔ یہیں وہ جگہ تھی جسے شعب ابی طالب کا نام دیا گیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''اہل اسلام کی انتہائی عقیدت کی وجہ سے اصل مکان اپنی اصل حالت میں ایک عرصے تک قائم رہا۔ لیکن انتہائی عقیدت کے نتیجے میں کچھ بدعتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک وقت ایسا آیا جب ان بدعتوں کو ختم کرنے کے لیے حکام وقت کو کچھ سخت اقدامات کرنے پڑے۔ اس تاریخی عمارت کا تقدس ختم کرنے کے لیے آخر کار اسے ڈھا دیا گیا اور اس کے انہدام کے بھی پچاس برس بعد یہاں اہل مکہ کی درخواست پر یہ مدرسہ اور لائبریری قائم کر دی گئی۔'' (۷)

یہ بھی ممکن ہے کہ محلّہ قشاشیہ اور شعب عامر ایک ہی جگہ کے دو نام ہوں کیونکہ یہ بات تو طے ہے کہ یہ جگہ حرم کے قریب اور جبل ابوقبیس کے دامن میں تھی۔ شورش کاشمیری نے یہاں کچھ معلومات کا

اضافہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''سہیل مجھے سیدھا اس مکان میں لے گیا جو مولد نبی ﷺ تھا لیکن اب وہاں ایک چھوٹی سی لائبریری ہے اس وقت قفل چڑھا ہوا تھا۔ یہ مکان حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے حضور کے والد حضرت عبداللہ کو ان کی شادی پر دیا تھا۔ حضور ﷺ نے عقیلؓ ابی طالب کو ہبہ کر دیا، حجاج کے عہد میں اس کے بھائی یوسف نے خرید لیا اور دار بیضا میں شامل کر دیا۔ خیزران کے عہد میں مدرسہ بنا دیا گیا۔ اب یہاں مدرسہ بھی ہے اور لائبریری بھی۔ اس پر کوئی نشان نہیں۔ تب اس شارع پر بازار تھا کہ نہیں لیکن اب بازار ہے اور گرد و پیش کے دکاندار اپنے کاروبار میں لگے رہتے ہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مکان محلّہ زقاق میں ہے اس کو بیت النبی ﷺ بھی کہتے ہیں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا یہیں پیدا ہوئیں۔''(۸)

مولد رسول کے حوالے سے مستنصر حسین تارڑ نے صلاح الدین محمود کے ''خاکِ حجاز کے نگہبان'' کا ایک اقتباس درج کیا ہے:

''پھر ترکوں نے ایک پہاڑ کی کوکھ میں اُس چھوٹے سے گھر کا تعین بھی کیا جس کی پہلی منزل پر شمال کی جانب قائم ایک چھوٹے سے بالکل چوکور کمرے میں کہ جہاں چہار آئینوں کی اوٹ میں چہار سمتیں ملتی تھیں، ایک بچہ جس کو کائنات کی امان تھی، ظہور میں آیا تھا۔ پھر اس بچے کو ایک بزرگ انسان نے اپنے سخت اور سورج سے کملائے ہاتھوں سے اپنی ایک چادر میں لپیٹا تھا اور وہ پگڈنڈی طے کی تھی جو اللہ کے گھر تک جاتی تھی۔ پہلی ربیع الاول کو اس کمرے کے اندر سفید رنگ کیا جاتا۔ رنگ ساز حافظ قرآن ہوتے اور پھر ربیع الاول کی اس رات جب آپ کا ظہور ہوا۔ معصوم بچے اس کمرے میں آ کر قرآن کی تلاوت کرتے، اگلی صبح پرندے آزاد کرنے کا رواج تھا۔''(۹)

''ضیاء النبی'' میں ''السیرۃ الحلبیہ'' اور ''الروض الانف'' کے حوالے سے درج ہے کہ یہ مکان پہلے عقیل بن ابی طالب اور ان کی اولاد کی ملکیت میں رہا پھر حجاج کے بھائی محمد بن یوسف ثقفی نے خرید لیا۔ سفید چونے اور پلستر کی وجہ سے اسے ''البیضاء'' کہا جاتا تھا۔ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ نے یہ مکان حاصل کر کے اس جگہ مسجد تعمیر کر دی۔ عین ممکن ہے کہ پہلے وہاں مسجد تعمیر کرنے کا شرف خیزران (ہارون الرشید کی والدہ) نے حاصل کیا ہو۔ پھر زبیدہ خاتون مکہ مکرمہ آئی ہو تو اس نے اس مسجد کو از سر نو شایانِ شان طریقہ پر تعمیر کیا ہو۔(۱۰)

ہر قوم اپنے یادگار آثار کو قائم رکھتی ہے یہ انسان کا اپنا ذہنی تخیل ہی نہیں بلکہ قرآن مجید میں بار بار ذکر کر کے ان آثار کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ بات کتنی خوبصورت ہے کہ مقدمین اس گھر کو ربیع الاول میں سفیدی کرواتے، قرآن خوانی ہوتی اور صدقہ کے طور پر پرندے آزاد کیے جاتے۔ یہ سب کچھ

پیارے نبی ﷺ کے نام پر ہوتا جن کی بدولت انسانیت ظلم کے شکنجے سے آزاد ہوئی۔

دارارقم

مکہ مکرمہ میں پہلی باقاعدہ اسلامی درس گاہ بننے کا شرف حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے اس گھر کو حاصل ہوا جو تاقیامت دارارقم کے نام سے مشہور ہو گیا۔ دارارقم کو دعوت اسلامی کی پوری تاریخ میں جو اہمیت اور اولیت حاصل ہے وہ کسی بھی دوسری جگہ کو حاصل نہیں ہے یہی وہ جگہ تھی جہاں ہجرت سے پہلے حضور ﷺ اور صحابہ کرام کفار مکہ کے شر سے بچنے کے لیے چھپ چھپا کر جمع ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ''سفر نامہ ارض القرآن'' میں اس حوالے سے خاصی تفصیل موجود ہے۔ محمد عاصم نے اس جگہ کی تاریخی اہمیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس فکری پہلو پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ اس قدر اہم مقام کو محفوظ رکھنے کی کوئی نہ کوئی اسکیم ضرور بنانی چاہیے تھی۔ ۱۹۴۹ء میں اس مقام کی زیارت کا احوال بیان کرتے ہوتے وہ لکھتے ہیں:

> '' مکہ معظّمہ میں جتنے دوسرے آثار، گھر اور مساجد ہیں، ان کی نسبت تاریخی لحاظ سے بہر حال یقینی نہیں ہے لیکن دارالارقم کی نسبت تاریخی لحاظ سے تقریباً یقینی اور قطعی تھی۔ یہ جس جگہ پر آج سے چند سال پہلے تک قائم تھا، تمام مسلمان بادشاہوں اور امراء نے اس کی اس لحاظ سے ہمیشہ حفاظت کی کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں دارالارقم قائم تھا۔ ہر دور میں اس جگہ قرآن وحدیث کی تعلیم کا کوئی نہ کوئی سلسلہ جاری رہا۔ عمارتیں اگرچہ گرتی اور پھر سے بنتی رہی ہوں گی لیکن بہر حال جگہ وہی رہی۔ آخری عمارت جسے ۴۹ء میں ہم نے خود دیکھا ہے، غالباً نویں صدی ہجری کی بنی ہوئی تھی۔ اس کے دروازے پر بھی دارالارقم لکھا ہوا تھا۔''(۱۱)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ نویں صدی ہجری کی تعمیر شدہ یہ عمارت ۱۹۴۹ء تک قائم تھی جسے بعد میں دیگر تعمیرات کی وجہ سے ختم کرنا پڑا۔ اس حوالے سے وہ مزید لکھتے ہیں کہ دارارقم کا نصف حصہ نئی تعمیرات کے سلسلے میں سڑک کے نیچے آ گیا ہے اور بقیہ نصف حصہ قریب کی دکانوں میں سے ایک دکان میں شامل کر دیا گیا ہے گویا اب دارارقم نامی کوئی عمارت مکہ معظّمہ میں موجود نہیں ہے۔ (۱۲)

جاوید جمال ڈسکوی نے بھی اپنے سفر نامہ میں دارارقم کو مسلمانوں کی مختصر سی جماعت کا خفیہ مرکز بتایا ہے اور لکھا ہے کہ یہ مقام کوہ صفا کی سمت بنے ہوئے دروازوں میں سے پہلے دروازے کے سامنے ہے۔ سعی کرتے ہوئے ایک دروازے پر دارارقم لکھا نظر آتا ہے۔ یہ مکان حضرت ارقم بن ابی الارقم مخزومی کا تھا اور نبوت کے پانچویں سال حضور ﷺ نے اس مکان کو اپنی دعوت اور مسلمانوں کے ساتھ اپنے اجتماع کا مرکز بنا لیا تھا۔ (۱۳)

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ نے بھی دارارقم کو کوہ صفا کے قریب ہی بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ سعودی حکومت نے حرم کے قریب سڑکوں کی تعمیر و توسیع کے دوران اسے مسمار کر دیا۔ لیکن انہوں نے لکھا ہے کہ

دارارقم نبوت کے چھٹے سال تک مسلسل تین سال تحریک اسلامی کا خفیہ مرکز رہا۔[۱۴]

دیگر چند سفرناموں میں بھی ان سے ملتی جلتی کچھ باتیں موجود ہیں۔ البتہ شورش کاشمیری کا یہ اقتباس متنوع معلومات اور دلچسپی سے بھرپور ہے:

''ابوبکر نے جہاں مکی زندگی گذاری تھی ہم اس مکان سے ہوتے ہوئے دارارقم پہنچ گئے۔ اب صفا کے پہلو میں اس کا نشان رہ گیا ہے۔ ایک بہت بڑی بلڈنگ جس میں کئی دکانیں اور دفاتر قائم ہیں، صفا اور مروہ کے حاشیہ پر کھڑی ہے۔ اس عمارت میں یہ مکان بھی ضم ہو چکا ہے۔ اس مکان کو بڑے شرف حاصل تھے۔ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ گیارہ یا بارہ صحابہ رضوان اللہ عنھم کے بعد ایمان لائے تھے۔ تب سرورِ کائنات ﷺ اور ان کے گیارہ بارہ ساتھی اس مکان میں چھپ کے رہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہیں اسلام قبول کیا تھا۔ منصور عباس نے حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے پوتے عبداللہ بن عثمان کو امام حسن رضی اللہ عنہ کے پوتے کی حمایت کے جرم میں قید کر دیا پھر رہائی کا وعدہ دے کر یہ مکان سترہ ہزار دینار میں خرید لیا۔ خلیفہ مہدی نے اپنی جاریہ خیزراں کو دے دیا۔ آخر یہ مظہرِ قدس جہاں قرآن پاک کی بہت سی آیتیں نازل ہوئی تھیں، شاہوں کی نذر ہو کر محو ہو گیا۔''[۱۵]

دارارقم کی بابت سفرناموں اور سیرت و تاریخ میں جو دو باتیں بغیر کسی اختلاف رائے کے موجود ہیں جن کی وجہ سے اس مقام کو دوام ملا وہ مسلمانوں کی سب سے پہلی تربیت گاہ ہونا اور اسی مقام پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا ہے۔ نیز اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ یہاں قرآن کریم کی آیتوں کا بھی نزول ہوتا رہا۔

غارِ حرا

اعلان نبوت سے قبل معرفت الٰہی اور محبت الٰہی کے جذبہ سے سرشار ہو کر حضور ﷺ نے اس مقدس غار کو گوشۂ تنہائی کے طور پر منتخب فرما لیا تھا جہاں آپ کئی کئی دن اللہ کی یاد میں مشغول رہتے۔ نامہ نگاروں کی اکثریت نے اس مقام کا تذکرہ اپنے سفرناموں میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ جس پہاڑ کی چوٹی پر یہ غار ہے اُسے جبل نور کہتے ہیں۔ نسیم حجازی نے مختصر الفاظ میں اس مقام کا تذکرہ نہایت خوبصورت اور دلکش انداز میں کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

''جس نور کے لیے مشرکین مکہ نے خانہ کعبہ کے دروازے بند کر دیئے تھے، اس کے لیے اس سنگلاخ چٹان نے اپنا سینہ کھول دیا تھا۔ یہ وہ پہاڑ ہے جس نے سب سے پہلے نبوت کا جاہ و جلال دیکھا تھا اور اس کی چوٹی کے قریب وہ غار ہے جہاں سرورِ کونین ﷺ کے پاس جبرئیل امین علیہ السلام رب العالمین کا اولین پیغام لے کر آئے تھے۔''[۱۶]

یہ پہاڑ اپنی آغوش میں کائنات کی اس عظیم ہستی کو کئی ماہ و سال تک لیے رہا جس کا وجود مسعود

پوری انسانیت ہی نہیں بلکہ کل مخلوقات کے لیے منبع رحمت ہے۔ دنیا کے کونے کونے سے لوگ فرطِ محبت سے اس پہاڑ کی غار کی زیارت کی غرض سے سفر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر محمود الحسن عارف ''جبل نور'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''جبل نور نیچے سے لے کر اوپر تک بے آب و گیاہ پہاڑ ہے جس میں یہ رمز پوشیدہ ہے کہ ''نور'' کا سفر بظاہر خشک نظر آتا ہے مگر بباطن اس کا حسن و جمال ہزار گل وگلزار کو مات کر دیتا ہے۔ زائرین کی بکثرت آمد و رفت نے اس پر راستہ اور پگڈنڈی سی بنا دی ہے جس سے اترنے اور چڑھنے میں سہولت پیدا ہوگئی ہے۔''(۱۷)

انہوں نے مزید لکھا ہے کہ غار حرا ایک چھوٹا سا مقام ہے جس میں ایک شخص بمشکل لیٹ سکتا ہے۔ یہاں سے بالکل ناک کی سیدھ میں بیت اللہ نظر آتا ہے لیکن اب مسجد حرام دو منزلہ ہو جانے کی وجہ سے اس کے مینار تو نظر آتے ہیں کعبۃ اللہ کی عمارت نہیں اور اس مقام میں آج تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔(۱۸)

اطہر اقبال نے غار حرا کا مکہ سے فاصلہ ۳ میل اور بلندی تقریباً دو ہزار فٹ بیان کی ہے۔(۱۹)

جبکہ محمد شریف طارق ایڈووکیٹ نے اس کی سمت بتائی ہے کہ مکہ سے بائیں جانب جاتے ہوئے ایک پہاڑ ہے جس کو جبل نور کہتے ہیں جس میں غار حرا واقع ہے۔(۲۰)

جاوید جمال ڈسکوی کے مطابق اس کی چڑھائی جبل ثور سے کم اور آسان ہے۔ اس کا طول چار گز اور عرض پونے دو گز ہے اور یہ نیچے کی جانب زیادہ گہرا نہیں ہے۔(۲۱)

شورش کاشمیری غار حرا کی بلندی کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''وہ لوگ جن کا عشق اور عمر دونوں جوان ہوتے ہیں، غار حرا تک پہنچ جاتے ہیں۔ میں نیچے کھڑا غار حرا کو تکتا رہا۔ اس عظیم انسان کی ہمت کا اندازہ کیجئے جو مسلسل چالیس سال تک اس چوٹی تک پہنچتا اور اس غار میں عبادت کرتا رہا۔ علامہ مشرقی کا جملہ ہے کہ اس پہاڑ پر چڑھنا عام انسان کے بس میں نہیں اللہ تعالیٰ کا اولوالعزم پیغمبر ہی آ جا سکتا تھا اور یہ صرف انہی کی ہمت کا معجزہ تھا۔(۲۲)

شورش کا انداز بیان اور قلبی کیفیت اپنی جگہ، مگر یہاں فرطِ جذبات میں انہوں نے غارِ حرا میں حضور ﷺ کی مدت عبادت چالیس سال بیان کر دی جو کہ حقیقت نہیں کیونکہ کتب سیرت کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ رویائے صادقہ کی وجہ سے حضور ﷺ کے دل میں خلوت گزینی کی محبت پیدا ہوگئی جس کے بعد آپ نے غار حرا میں جانا شروع کر دیا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ حضور علیہ السلام کے دور جوانی میں شروع ہوا ہوگا۔ ویسے بھی بچپن کے کئی سال اور سفر شام کی مدت نکال دیں تو عرصہ کم ہی بنتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرؤف غار حرا کا تعارف کچھ یوں کرواتے ہیں:

> ''یہی وہ مقدس غار ہے جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف

سے نازل ہونے والی پہلی وحی لے کر آئے تھے۔اس تاریخی سورہ کا نمبر ۹۶ ہے۔ یہ دو عنوانوں سے مشہور ہے: العلق اور اقراء۔"(۲۳)

شاہ مصباح الدین شکیل نے اپنی تصنیف "نشانات ارض نبوی ﷺ" میں غار حرا کے حوالے سے چند معلومات درج کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"حرا کے لفظی معنی ہیں تلاش وجستجو، گویا غار اسم بامسمیٰ ہے۔جبل نور کو قدیم زمانے میں جبل حرا کہا جاتا تھا۔کبھی یہ پہاڑ ریتلے صحرا میں اپنی خاص وضع کی بنا پر دیگر پہاڑوں کے درمیان ممتاز نظر آتا تھا۔اس کے بالکل سامنے جبل ثبیر ہے لیکن بلندی میں وہ جبل حرا سے کم ہے۔جبل حرا سطح سمندر سے کوئی دو ہزار فٹ بلند ہے۔ پہاڑ پر نہ کوئی درخت ہے اور نہ سبزہ۔البتہ کہیں کہیں خاردار جھاڑی نظر آتی ہے۔"(۲۴)

اعلانِ نبوت سے قبل عبادت الٰہی کے لیے اس مقدس مقام کا انتخاب ہی اس کی رفعت اور عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے ورنہ اللہ پاک کی عبادت کے لیے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مکان کا بھی کوئی گوشہ منتخب کیا جا سکتا تھا۔اور خانہ کعبہ جو مرکز تجلیات الٰہی ہے وہاں پر عبادت کا رنگ ہی اور ہوتا ہے۔غار حرا کا چناؤ دراصل سنت رسول کے لازم ہونے کی ایک کڑی تھی۔آپ ﷺ کے اس عمل مبارک سے کچھ وقت کے لیے دنیا ومافیہا سے کٹ کر فقط اللہ کی یاد میں رہنا سنت بن گیا۔اس سنت کو بعد میں امت کے صالحین نے اپنے اپنے وقتوں میں قائم رکھا۔اعتکاف بھی خلوت نشینی کی ایک خوبصورت شکل ہے۔

غارِ ثور

غارِ ثور وہ مقدس جگہ ہے جہاں سفر ہجرت کی پہلی شب نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تشریف لے گئے اور تین دن قیام فرمایا۔

ابن بطوطہ نے مکہ سے یمن کی طرف اس کا فاصلہ ایک فرسخ بتایا ہے جبکہ اطہر اقبال نے اپنے سفر نامہ میں یہ فاصلہ چھ میل بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس پر چڑھتے وقت تقریباً دو گھنٹے صرف ہوتے ہیں۔(۲۵)

نسیم حجازی لکھتے ہیں:

"جبل ثور مکہ سے کوئی تین میل دور ہے اور اس کی بلندی ایک میل کے لگ بھگ ہے۔
حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا انتہائی دشوار گذار راستوں سے ہر روز شام کی تاریکی میں وہاں پہنچنا عزم وایثار کی تاریخ کا عظیم کارنامہ ہے۔"(۲۶)

یہی وہ غار ہے جس میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تین دن اور تین راتیں بلاشرکت غیرے چہرہ رسول ﷺ کو تکنے کا شرف حاصل ہوا اور تاجدارِ کائنات ﷺ کی توجہات خصوصی کا فیض بھی

صرف اور صرف سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ مکڑی کا غار کے منہ پر جالا بننا اور فاختہ کا اس جال کے باہر انڈے دینا بھی اسی غار کی نسبت سے ہے۔

محمد شریف طارق ایڈووکیٹ اپنے سفر نامہ عمرہ میں لکھتے ہیں کہ جبل ثور بلند اور پُر پیچ چڑھائی والا پہاڑ ہے۔ یہاں پتھر بھی بڑے سخت ہیں اس غار میں دو آدمیوں کے لیٹنے کی جگہ ہے، تین یا چار بیٹھ سکتے ہیں۔ (۲۷)

دیگر سفر ناموں میں ان سے مختلف کوئی معلومات نہیں ملتیں۔ پیر کرم شاہ نے لکھا ہے کہ جبل ثور اس وقت کے مکہ شہر سے تقریباً تین میل کی مسافت پر جنوبی سمت میں واقع تھا۔ اب یہ سلسلہ بہت پھیل گیا ہے اور مکانات کا سلسلہ ان پہاڑوں تک پہنچ گیا ہے جہاں غار ثور واقع ہے۔ (۲۸)

سفر ناموں میں درج فاصلوں میں جو تھوڑا بہت اختلاف پایا جاتا ہے اس کی وجہ غالباً یہی رہی ہوگی کہ جب مکہ کی آبادی زیادہ نہ پھیلی تھی تو یہ فاصلہ زیادہ شمار کیا گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ آبادی بڑھنے سے یہ فاصلہ کم ہوتا چلا گیا۔

جبل ابوقبیس

وہ نامہ نگار جنہوں نے اپنے سفر ناموں میں جبل ابوقبیس کا ذکر کیا ہے اس بات کو بالاتفاق لکھتے ہیں کہ بلاشبہ یہ وہ پہلا پہاڑ ہے جو روئے زمین پر گاڑا گیا۔ وحید قیصر کے بقول:

> ''تاریخ بتاتی ہے کہ طوفان نوح کے دوران جہاں خانہ کعبہ کو نقصان پہنچا وہاں جنت سے لایا ہوا حجر اسود بھی یہاں آکر ٹھہر گیا تھا۔ اس پتھر کی خوبی یہ ہے کہ یہ پانی پر تیرتا ہے۔ تاریخ میں یہ بھی رقم ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے زمین کو وسعت دی تو پہاڑ اس پر میخوں کی طرح گاڑے گئے اور جبل ابوقبیس وہ پہلا پہاڑ ہے جو روئے زمین پر گاڑا گیا۔ اسی جبل ابوقبیس کی چوٹی پر ایک چھوٹی سی مسجد ہے جسے مسجد بلال کہا جاتا ہے زائرین اس تک آسانی سے جاسکتے ہیں۔'' (۲۹)

اس عظیم پہاڑ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے وہ مزید لکھتے ہیں کہ کعبہ کی تعمیر کے بعد اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج کے لیے بلایا تو اسی جبل ابوقبیس پر چڑھ کر لوگوں کو آواز دی۔ الغرض ابوقبیس کا یہ سارا علاقہ بڑی اہمیت کا حامل ہے جس میں ہر عمارت اس قابل تھی کہ اسے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا جاتا۔ (۳۰)

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

> ''میرے سامنے جبل ابوقبیس ہے جو حرم سے جنوب مشرق میں واقع ہے کہتے ہیں دنیا میں سب سے پہلے یہی پہاڑ پیدا کیا گیا۔ قریش اس پہاڑ کو الامین کہتے تھے اس لیے کہ ان کے خیال میں طوفان نوح کے وقت حجر اسود کو اسی پہاڑ پر بطور امانت رکھا گیا تھا۔

> بعد میں جب ابوقبیس نامی ایک شخص نے اسے پہاڑ پر رہائش اختیار کی تو اس کا نام جبل ابوقبیس پڑ گیا۔''(۳۱)

''سفرنامہ ارض القرآن'' کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بنو ہاشم اسی طرف آباد تھے جدھر یہ پہاڑ ہے۔

ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں بھی کچھ ایسی ہی معلومات دی ہیں جن کو باقی سفرناموں نے بیان کیا۔ البتہ اس کی خوبصورتی بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں:

> ''جبل ابوقبیس حرم شریف پر آب ریز ہے جس سے مکہ کا حُسن، حرم اور اس کی ہمواری کا جمال اور کعبہ کی زینت دوبالا ہو جاتی ہے۔''(۳۲)

کتب تواریخ اور کتب سیر کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ شق القمر بھی اسی پہاڑ پر ظہور پذیر ہوا تھا۔

مقام حدیبیہ

رسول اللہ ﷺ اور کفار مکہ کے مابین طے پانے والا پہلا عظیم معاہدہ جو حضور ﷺ کی عظیم ترین سیاسی بصیرت اور دور اندیشی کا منہ بولتا ثبوت ہے، اسی مقام پر طے پایا اور اس جگہ کو ابدالا باد تک دوام نصیب ہو گیا۔ سفرناموں میں بالاتفاق اس مقام کی سمت کا بیان ہے کہ جدہ سے مکہ مکرمہ کی طرف آتے ہوئے حدود حرم سے پہلے یہ مقام آتا ہے۔

''سفرنامہ ارض القرآن''، ''میرے حضور کے دیس میں'' اور ''سفرنامہ عمرہ (آقا حضور ﷺ کے قدموں میں)'' و دیگر میں مقام حدیبیہ کا موجودہ نام ''شمیسی'' بتایا گیا ہے۔ جاوید جمال ڈسکوی نے مکہ مکرمہ سے اس کا فاصلہ ۱۵ میل بیان کیا ہے جبکہ ۱۹۴۹ء میں اس مقام کی زیارت کرنے والے مولانا مودودی کے سفرنامہ میں یہ فاصلہ ۳۲ کلومیٹر درج ہے اور لکھا ہے کہ اب اس مقام پر ایک مسجد ہے۔(۳۳)

محمد شریف طارق ایڈووکیٹ لکھتے ہیں:

> ''شمیسی مکہ مکرمہ سے ۱۵ میل یا ۲۲ کلومیٹر دور ایک تاریخی مقام ہے جہاں پر ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو اس وقت تو قلب پر گراں گذرتا تھا مگر بعد ازاں فتح مبین میں بدل گیا۔ شمیسی کا تاریخی نام ''حدیبیہ'' ہے۔''(۳۴)

شورش کاشمیری حدیبیہ کا تعارف ان الفاظ میں کرواتے ہیں:

> ''حدیبیہ مکہ معظمہ کے پڑوس میں دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ گاؤں بھی ہے اور کنواں بھی۔ کنویں کی وجہ سے گاؤں کا نام پڑا یا گاؤں کی وجہ سے کنواں حدیبیہ ہو گیا، بہر حال صلح حدیبیہ نے اس کو زندہ و جاوید کر دیا کہ تاریخ انسانی میں ہمیشہ کے لیے روشن ہو گیا۔''(۳۵)

جاوید جمال ڈسکوی نے حدیبیہ کے کنویں کا ذکر ذرا تفصیل سے کیا ہے کہ وہاں صرف ایک ہی کنواں تھا جس میں پانی بہت کم تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم کے عرض کرنے پر حضور ﷺ نے اس کنویں کا پانی منگوا کر وضو کیا اور تھوڑا سا پانی پی کر اس برتن میں کلی کی اور حکم دیا کہ یہ پانی کنویں میں ڈال دو اور اپنا ایک نیزہ بھی دیا کہ کنویں کے اندر زمین میں گاڑ دو جس کے بعد ایک دم سے اللہ کے حکم سے پانی ابلنا شروع ہوا۔ اسی مقام پر ''بیعت رضوان'' ہوئی۔ جس کنویں میں آپ ﷺ کا نیزہ گاڑا گیا تھا اور پانی ابلنا شروع ہو گیا تھا، آج بھی اسی طرح ہے۔ اگرچہ مدت مدید سے اس کنویں کی صفائی نہیں کرائی گئی اور نہ ہی اس کی حفاظت کا کوئی انتظام ہے۔ ریت کے بگولے اس کے اندر پھرتے رہتے ہیں مگر سرکار دو عالم ﷺ کے کلی کے پانی اور نیزے کی وجہ سے پانی کو اس کنویں سے جانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ کنویں کے ساتھ ہی مقام صلح حدیبیہ اور مقام بیعت رضوان ہونے کی وجہ سے ترکوں نے یہاں ایک چھوٹی سی مسجد بنا دی ہے جو آج کل شکستہ حالت میں ہے۔ (۳۶)

مسجد الرایہ۔۔۔ذی طویٰ کا کنواں

سفر ناموں میں درج معلومات کے مطابق ''الرّایہ'' کا معنی جھنڈا ہے اور مسجد الرایہ سے وہ مسجد مراد ہے جو اس مقام پر تعمیر کی گئی ہے جہاں فتح مکہ کے روز حضور ﷺ نے اپنا جھنڈا نصب فرمایا تھا۔ ''سفر نامہ عمرہ'' میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ بڑی تاریخی جگہ ہے اور اس جگہ ایک کنواں بھی تھا جس کا پانی صحت کے لیے اچھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکہ کی فتح مبین کی خبر اس جگہ پا کر حضور ﷺ نے یہیں اپنے لشکر کو ترتیب دیا۔ اس کنویں کے پانی سے غسل کیا اور مکہ میں داخل ہوئے۔ (۳۷)

ڈاکٹر محمود الحسن عارف لکھتے ہیں کہ اس سے وہ مسجد مراد ہے جو اس مقام پر تعمیر کی گئی جہاں فتح مکہ کے روز نبی اکرم ﷺ کے نامور کمانڈر حضرت خالد بن ولید نے جوجون کے راستے سے مکہ میں داخل ہوئے تھے، جھنڈا نصب فرمایا تھا۔ یہ مسجد جنت المعلیٰ کے راستے میں برلب سڑک واقع ہے۔ (۳۸)

مسجد جن

سورۂ جن کی ابتدائی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے متعدد نامہ نگاروں نے لکھا ہے یہ مسجد اس جگہ واقع ہے جہاں جنات نے نبی کریم ﷺ کو قرآن پاک پڑھتے سنا۔ اطہر اقبال کے بقول:

> ''یہ مسجد سوقِ معلیٰ میں جنت المعلیٰ کے قریب ہے۔ اس کا نام مسجد بیعت اور مسجد حرم بھی ہے یہیں حضور ﷺ نے جنوں سے بیعت لی تھی۔ اس وقت کھلا میدان تھا اب خوبصورت مسجد بنا دی گئی ہے۔''(۳۹)

''تا بخاک حرم'' اور ''میرے حضور کے دیس میں'' کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ مسجد محلّہ شعب عامر و محلّہ سلیمانیہ کے درمیان جنت المعلیٰ کے راستے میں سڑک کے کنارے واقع ہے۔

نیز اسے سرخی مائل ٹائلوں سے تعمیر کیا گیا ہے۔

جاوید جمال ڈسکوی نے بھی اس بات کو بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ اپنے ساتھیوں سمیت عکاظ بازار تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں آپ ﷺ نے نخلہ کے مقام پر صبح کی نماز پڑھائی اس وقت جنات کا ایک گروہ وہاں سے گذر رہا تھا تلاوت کی آواز سن کر وہ ٹھہر گیا اور غور سے قرآن سنتا رہا۔(۴۰)

مسجد جعرانہ

جاوید جمال ڈسکوی کے سفرنامہ میں اس مسجد کا تذکرہ ملتا ہے کہ حضور ﷺ نے آخری حج کے لیے اس جگہ سے احرام باندھا۔ یہاں سے بھی حد حرم شروع ہوتی ہے انہوں نے اس مقام پر ایک کنویں کا بھی ذکر کیا ہے جس کا پانی بہت صحت بخش ہے۔(۴۱)

مسجد استراحہ ومسجد کوثر

جاوید جمال ڈسکوی کے علاوہ محمد شریف طارق نے بھی ان مساجد کا ذکر کیا ہے کہ منیٰ سے مکہ آتے ہوئے محلّہ ''معابدہ'' کے مقام پر حضور ﷺ نے ۱۳ ذوالحجہ کو حج سے واپسی پر ظہر اور عصر کی نماز پڑھی اور آرام فرمایا اس لیے اس مسجد کا نام ''مسجد استراحہ'' ہے۔ اور منیٰ کی طرف جاتے ہوئے درمیانے شیطان کے قریب ایک مسجد ہے اس جگہ سورۂ کوثر نازل ہوئی تھی۔ اسے ''مسجد کوثر'' کا نام دیا گیا۔

ان کے علاوہ بھی کچھ سفرناموں میں نبی کریم ﷺ کی نسبت سے فیض پا جانے والے چند مقامات، جہاں مساجد تعمیر کی گئیں، ان کا ذکر ہے جن میں سے کچھ کا تذکرہ سابقہ فصول میں مختصراً ہو چکا۔ ان سمیت کچھ مساجد کے نام یہ ہیں۔

مسجد عقبہ: منیٰ کی ابتداء میں ایک تاریخی مسجد جہاں انصار مدینہ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضور سے بیعت کی۔

مسجد مزدلفہ: اس مسجد کو مشعر الحرام بھی کہتے ہیں۔ اس جگہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے پوری رات ذکر وفکر میں گذاری۔

مسجد خیف: یہ منیٰ کی سب سے بڑی مسجد ہے جہاں حضور ﷺ کا خیمہ لگایا گیا تھا۔

نیز کچھ سفرناموں میں ''غار مرسلات'' کا ذکر بھی آتا ہے جس کے سائے میں حضور ﷺ نے آرام فرمایا اور یہیں سورۂ مرسلات نازل ہوئی۔

حجاز کے سفرناموں کے مطابق ''وادی قدیۂ'' وہ مقام ہے جہاں سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا تھا۔ ان مقامات کا تذکرہ چند سفرناموں کے علاوہ زیادہ نہیں ملتا۔

جنت المعلیٰ

مکہ کا یہ تاریخی قبرستان جہاں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سمیت بے شمار نفوس قدسیہ مدفون ہیں۔نسیم حجازی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

''مکہ کا قدیم قبرستان جہاں کہیں کہیں بزرگان دین کی مسمار شدہ قبروں کے معمولی نشان رہ گئے ہیں۔ میرا معلّم مجھے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر پر لے گیا۔ دوسری قبروں کی طرح یہ قبر بھی تقریباً ہموار کر دی گئی ہے اور اردگرد چند ٹوٹی ہوئی سلیں چُن دی گئی ہیں۔''(۴۲)

نسیم حجازی کے تحریر کردہ درج بالا اقتباس کی طرح دیگر نامہ نگار لکھتے ہیں کہ جنت البقیع کے بعد یہ سب سے افضل قبرستان ہے جہاں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سمیت نبی کریم ﷺ کے آباء و اجداد مدفون ہیں۔یہیں پر آپ ﷺ کے دو صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آرام فرما ہیں۔ان کے علاوہ بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ،تابعین اور اولیائے کرام بھی یہیں مدفون ہیں۔''تا بخاک حرم'' میں یہاں مدفون صحابہ کرام کی تعداد چھ ہزار بتائی گئی ہے۔اور یہ بھی کہ یہ قبرستان مستطیل شکل میں ہے۔(۴۳)

سفرناموں میں جنت المعلیٰ کے دو حصوں میں تقسیم ہونے کا ذکر ملتا ہے۔اور یہ حجون کے پاس کے علاقے میں ہے۔سید خالد جاوید مشہدی کے مطابق اس مقام کو جہاں خاندان بنو ہاشم کی قبریں ہیں، ایک جالی دار چار دیواری سے محصور کر دیا گیا ہے۔نیز ان قبور پر کسی قسم کا کوئی نشان موجود نہیں۔(۴۴)

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر کا ذکر قبرستان کے شمالی حصہ میں ملتا ہے۔جبکہ دیگر نامہ نگاروں کے برعکس ڈاکٹر فرید احمد پراچہ نے بیان کیا ہے کہ مختلف سڑکوں اور پلوں کی تعمیر کے بعد یہ قبرستان اب تین حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔البتہ قبریں کچی ہیں اور برابر کر دی گئی ہیں۔(۴۵)

سرزمین مکہ میں سیرت سے متعلقہ بے شمار دیگر آثار بھی ہیں جن کا تذکرہ کسی سفرنامے میں بھی نہیں ملتا کیوں کہ وہ جگہیں اب محفوظ نہیں رہیں۔البتہ ہر نامہ نگار نے کوشش کی ہے کہ حرمِ مکہ میں حضور ﷺ سے منسوب مقامات کو احاطۂ تحریر میں لائے اور اُن مقاماتِ متبرکہ کا بیان کرے جن کو حضور ﷺ نے قدم بوسی کا شرف بخشا۔

حوالہ جات

۱۔ محمد شہاب الدین، ڈاکٹر: اردو میں حج کے سفرنامے، ص۳۵
۲۔ قاضی، پیروز بخت: جادۂ شوق، لاہور، خزینہ علم وادب، ۲۰۰۴ء، ص۸۷
۳۔ محمود الحسن عارف، ڈاکٹر: تابخاک حرم، ص۱۱۸
۴۔ محمد عاصم: سفرنامہ ارض القرآن، ص۱۵۴
۵۔ ڈسکوی، جاوید جمال: میرے حضور کے دیس میں، ص۲۳
۶۔ ایضاً، ص۲۶-۲۹
۷۔ وحید قیصر: عقیدت کا سفر، ص۱۰۲
۸۔ شورش کاشمیری: شب جائے کہ من بودم، ص۴۶
۹۔ تارڑ، مستنصر حسین: منہ ول کعبے شریف، ص۲۳۵
۱۰۔ الازہری، محمد کرم شاہ: ضیاء النبی، ص۴۲
۱۱۔ محمد عاصم: سفرنامہ ارض القرآن، ص۱۵۲
۱۲۔ ایضاً، ص۱۵۱
۱۳۔ ڈسکوی، جاوید جمال: میرے حضور کے دیس میں، ص۲۰
۱۴۔ فرید احمد پراچہ، ڈاکٹر: سفر شوق، ص۳۷
۱۵۔ شورش کاشمیری: شب جائے کہ من بودم، ص۸۷
۱۶۔ نسیم حجازی: پاکستان سے دیار حرم تک، لاہور، جہانگیر بکس، س ن، ص۱۰۵
۱۷۔ محمود الحسن عارف، ڈاکٹر: تابخاک حرم، ص۱۲۰
۱۸۔ ایضاً، ص۱۲۱
۱۹۔ اطہر اقبال: مسافر حرم کا، ص۱۵۴
۲۰۔ ایڈووکیٹ، محمد شریف طارق: سفرنامہ عمرہ آقا حضور کے قدموں میں، میرپور، کاشر ایڈورٹائزرز، ۲۰۰۷ء، ص۴۹
۲۱۔ ڈسکوی، جاوید جمال: میرے حضور کے دیس میں، ص۴۷
۲۲۔ شورش کاشمیری: شب جائے کہ من بودم، ص۶۵
۲۳۔ عبدالرؤف، ڈاکٹر: مقدس سفرنامہ، لاہور، فیروزسنز، ۱۹۹۵ء، ص۱۱۱
۲۴۔ شکیل، شاہ مصباح الدین: نشانات ارض نبوی، ص۱۱۲
۲۵۔ اطہر اقبال: مسافر حرم کا، ص۱۵۳

۲۶۔ نسیم حجازی: پاکستان سے دیارِ حرم تک، ص ۱۱۱
۲۷۔ ایڈووکیٹ، محمد شریف طارق: سفرنامہ عمرہ آقا حضور کے قدموں میں، ص ۶۲
۲۸۔ الازہری، محمد کرم شاہ: ضیاء النبی، ج ۳، ص ۶۳
۲۹۔ وحید قیصر: عقیدت کا سفر، ص ۵۶
۳۰۔ ایضاً، ص ۵۶
۳۱۔ فرید احمد پراچہ، ڈاکٹر: سفر شوق، ص ۳۸
۳۲۔ ابن بطوطہ، محمد: سفرنامہ ابن بطوطہ، مترجم رئیس احمد جعفری، ص ۱۶۶
۳۳۔ ڈسکوی، جاوید جمال: میرے حضور کے دیس میں، ص ۱۴
۳۴۔ ایڈووکیٹ، محمد شریف طارق: سفرنامہ عمرہ آقا حضور کے قدموں میں، ص ۵۵
۳۵۔ شورش کاشمیری: شب جائے کہ من بودم، ص ۳۲
۳۶۔ جاوید جمال ڈسکوی: میرے حضور کے دیس میں، ص ۱۴
۳۷۔ ایڈووکیٹ، محمد شریف طارق: سفرنامہ عمرہ آقا حضور کے قدموں میں، ص ۵۰
۳۸۔ محمود الحسن عارف، ڈاکٹر: تا بخاک حرم، ص ۱۲۵
۳۹۔ اطہر اقبال: مسافر حرم کا، ص ۱۵۳
۴۰۔ ڈسکوی، جاوید جمال: میرے حضور کے دیس میں، ص ۳۶
۴۱۔ ایضاً، ص ۵۰
۴۲۔ نسیم حجازی: پاکستان سے دیار حرم تک، ص ۱۱۳
۴۳۔ محمود الحسن عارف، ڈاکٹر: تا بخاک حرم، ص ۱۲۳
۴۴۔ مشہدی، خالد جاوید، سید: اے اللہ میں حاضر ہوں، ص ۸۸
۴۵۔ فرید احمد پراچہ، ڈاکٹر: سفر شوق، ص ۴۸